حدیث: فضل الوضوء والدعاء عندالنوم
(الفاظ وتراکیب کا تجزیہ)

صائمہ فاروق*

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اس لئے بھی احسان عظیم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثال کتاب کے ساتھ ساتھ ''حکمت'' عطا کی گئی، وہ حکمت جو اہل دنیا کی فکری تگ وتاز اور قلمی جولانیوں کا علمی جواب ہے۔ جو انفس وآفاق میں انسان کی تگ ودو کے لیے راہنما خطوط مہیا کرتی ہے۔ آپ ﷺ کے ایک ایک فرمان کی تشریح میں علمائے علم وادب کی بڑی تعداد نے حصہ لیا ہے معانی کا ایک جہاں آباد ہے جس کا ادراک کرنے کی سعی کا سلسلہ تا قیامت چلتا رہے گا۔

زیرنظر حدیث مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی فصاحت وبلاغت کے ساتھ سوتے وقت وضو اور دعا کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں کہ سونے سے پہلے انسان کو ظاہری نظافت کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت بھی حاصل ہو جائے۔ اور نیند جو کہ اللہ رب العالمین کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت کے حصول کے وقت یہ ''تحدیثِ نعمت'' کا عمدہ اسلوب ہے۔

فضل الوضوء والدعاء عندالنوم

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ،(١) قال: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا أَتَیْتَ مَضْجَعَکَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَ کَ لِلصَّلَاۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَی شِقِّکَ الْأَیْمَنِ وَقُلْ: اَللّٰھُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِیْ اِلَیْکَ، وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ، رَھْبَۃً وَرَغْبَۃً اِلَیْکَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ، آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِی أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ أَرْسَلْتَ، فَاِنْ مُتَّ، مُتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ، فَا جْعَلْھُنَّ آخِرَ مَاتَقُوْلُ، فَقُلْتُ اَسْتَذْ کِرُھُنَّ؟ وَبِرَسُوْلِکَ الَّذِی أَرْسَلْتَ؟ قَالَ: لَا وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ أَرْسَلْتَ۔ (٢)

''براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا ''جب تم سونے لگو تو نماز کی طرح کا وضو کرو، پھر دائیں کروٹ لیٹو پھر یہ دعا پڑھو کہ اے اللہ میرے ثواب کے شوق اور تیرے عذاب

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

کے ڈر سے میں نے اپنا نفس تیرے تابع کر دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور اپنی پشت تیری طرف جھکا دی۔ کہیں اور پناہ اور ٹھکانہ نہیں مگر تیرے پاس ہی، میں تیری نازل کردہ کتاب اور تیرے بھیجے ہوئے نبی پر ایمان لایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو اس رات مر گیا تو دینِ فطرت یعنی حق پر مرے گا اور ان کلمات کو آخر میں کہو یعنی پھر بغیر گفتگو کئے سو جاؤ۔ براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں یاد کرنے کے لئے دہرایا تو میں نے کہا تیرے بھیجے ہوئے ''رسول'' پر۔ تو آپ ﷺ نے کہا کہ نہیں، بلکہ تم کہو کہ تیرے بھیجے ہوئے ''نبی'' پر۔''

اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ معنویت و وسعت سے بھرپور الفاظ کے ساتھ سوتے وقت وضو کی اہمیت کو اجاگر کرتے اور انتہائی فصاحت و بلاغت کے ساتھ نیند کے آغاز میں ایمان اور اسلام کی تجدید کی تعلیم دیتے ہیں۔ نیند اللہ رب العزت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو اس کی قدرت، رحمت اور حکمت کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُم مِّن فَضْلِهِ (۳)

''اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا دن اور رات میں سونا اور تمہارا اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا ہے''۔

غور و فکر ایک بہت خوبصورت نکتہ کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ نیند جو بندے پر اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کہ یہ ماضی کی تھکاوٹ اور مستقبل کی پھرتی دونوں کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے جب اس نعمت کے حصول کا وقت آئے تو انسان اپنے رب کی بزرگی و عظمت اور اپنی عاجزی اور بندگی کا اعتراف کرے گویا کہ یہ ''اقرار و تصدیق'' ''تحدیثِ نعمت'' ہے۔

عربی زبان میں سونے کے لئے بَيَاتاً وَهُمْ نَآئِمُون (۴) ''اور وہ سوئے ہوئے ہوں''، ''هَجَع: كَانُوا قَلِيْلاً مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ (۵) ''وہ رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے''، ''رَقد: وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظاً وَهُمْ رُقُودٌ (۶) ''اور تم اُن کو خیال کرو گے کہ وہ جاگتے ہیں، حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں''، ''قال (قیل) فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتاً أَوْ هُمْ قَآئِلُون (۷) ''پس ان پر ہمارا عذاب رات کو سوتے میں آیا، یا جب وہ دوپہر کو سو رہے تھے'' اور هَجَدَ کبھی سونے اور کبھی جاگنے کے معنی دیتا ہے۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ (۸) ''اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کرو'' کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں لیکن آپ ﷺ زیر بحث حدیث میں ضَجَعَ کا لفظ استعمال کرتے ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ سونے کے لئے استعمال ہونے والے باقی تمام الفاظ میں لمبا سونا، گہری اور

غفلت کی نیند سونا، دوپہر کوسونا اور رات کو کبھی سونا اور کبھی جاگنا کا مفہوم آتا ہے۔ان تمام الفاظ میں کہیں بھی بستر پر سونے کا مفہوم نہیں آتا،جس سے آرام دہ نیند کا مفہوم نکلتا ہے۔

نیند جو اللہ رب العالمین کی نعمت ہے اور حیات دنیا میں انسان کواس کی تھکاوٹ سے نجات دے کراس کا حل بتاتی ہے تو یہ بات قابلِ غور ہے کہ جب انسان کوسوتے وقت انعاماتِ ربانی کے اعتراف کا طریقہ سکھانا تھا تو آپ ﷺ نے "ضَجَع" کا لفظ استعمال کیا کہ دن بھر کا تھکا ماندہ انسان جب آرام کے لئے اپنے بستر کی طرف آتا ہے تو اپنے رب کے ساتھ اس کا معاملہ کیسا ہونا چاہیے۔

یہاں ایک اور لطیف نکتہ ابھرتا ہے کہ آپ ﷺ نے ضَجَعَ کا لفظ اس لئے بھی استعمال کیا کہ عربی زبان میں سونے کے لئے مستعمل الفاظ میں یہ واحد لفظ ہے جو خود دن بھر کے بعد رات کوسونے کا مفہوم دیتا ہے کہ "ونجوم ضواجع: مائلة للغروب" ستارہ کا ڈوبنے کی طرف مائل ہونا (۹) اور "ضَجَعَتِ الشمس" غروب کے لئے مائل ہونا کو کہتے ہیں(۱۰) اوراسی لئے آپ ﷺ اپنی حدیث میں "اذا اتیت مضجعك" کہہ کرمراد یہ لیتے ہیں کہ جب تم (رات کو) سونے کے لئے آؤ۔

آپ ﷺ کہتے ہیں کہ جب تم سونے کے لئے آؤ تو وضوکرو اور بات صرف فتوضأ پر ختم نہیں ہوتی بلکہ آپ ﷺ "وضوء ك للصلاة" "نماز کی طرح کا وضوکرو" کہہ کر بیک وقت فکری اور عملی طہارت کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ نماز انسان کی فکرکو پاکیزہ کرتی ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ (۱۱)

"بیشک نماز، بےحیائی اور برائی سے روکتی ہے"۔

"الصلوة صلة بين العبدور به، وتَذَكر العبدبه وامر مراقبة لله – عزوجل – فيحسن باطنه كما يحسن ظاهره"۔ (۱۲)

"نماز بندے اوراس کے رب کے درمیان ایک تعلق ہے اور بندے کے لئے یاددہانی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی نگرانی میں ہے پس یہ اس کے ظاہرو باطن کو اچھا کر دیتا ہے"۔

معلوم ہوا کی وضو سے عملی طہارت حاصل ہوتی ہے تو نماز فکرکو پاکیزگی عطا کرتی ہے، نتیجتاً عمل صالح ہو جاتا ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے

أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِ كُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَّاتَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِىْ مِنْ دَرَنِه؟ قَالُوْا لَا يُبْقِى مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا، قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ

الُخَطَایَا۔ (۱۳)

''اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر کوئی نہر جاری ہو، جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو تم کیا کہتے ہو کہ یہ کام اس پر کچھ بھی میل کچیل چھوڑے گا؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ایسا کرنے سے کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''پانچوں نمازوں کی یہی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے''۔

اسی لئے آپ ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں نماز کو بہترین عمل اور وضو کو ایمان کی دلیل بتایا۔

سَدِّدُوا وَقَارِ بُوا وَاعْمَلُوا، وَخَيْرُ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ۔(۱۴)

''سیدھے راستے پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو، نیک عمل کرتے رہو اور اچھے اعمال اختیار کرلو اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہترین عمل نماز کا ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن کرتا ہے''۔

گویا نماز کی طرح وضو کی محافظت بھی ایمان کی دلیل ہے اور جہاں محافظت سے مراد ہمیشہ حالتِ وضو میں رہنے کی کوشش کرنا ہے وہاں اس سے مراد سنت کے مطابق وضو کرنا بھی ہے۔

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ زیر بحث حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم براء بن عازبؓ کو جو یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ نماز کی طرح وضو کرو یعنی سنت کے مطابق وضو کرو تا کہ ظاہری نظافت کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت بھی حاصل ہو جائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں کہتے کہ سنت کے مطابق وضو کرو بلکہ فرماتے ہیں کہ "وضوء ك للصلاة" یعنی نماز کی طرح وضو کرو۔ اس سے یہ نکتہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ جس طرح نماز ایک عبادت ہے اور اس کی ادائیگی کے لئے وضو کرنا ضروری ہے "مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُوْر"(۱۵) ''طہارت (وضو) نماز کی چابی ہے'' تو آپ ﷺ "وضوئكَ لِلصَّلَاةِ" کہہ کر اس وسعت اور معنویت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ نعمتِ رب کا تصدیق و اقرار کرتے ہوئے سنت کے مطابق سونا بھی ایک عبادت ہے۔

نماز کی طرح وضو کرنے سے یہ نکتہ بھی سامنے آتا ہے کہ جیسے نماز انسان کو اس کے ازلی دشمن شیطان کے حملوں سے بچاتی، ظلمات سے نور کی طرف لے کر جاتی اور دخولِ جنت کا سبب بنتی ہے اسی طرح رات کے وقت نماز کی طرح وضو کرنا انسان کو شر سے بچا لیتا ہے۔ رات کی اس تاریکی کے شر سے بچا لیتا ہے جس کے دامن میں فسق و فجور ہوتے ہیں۔

وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (۱۶)

''کہہ دیجئے میں پناہ مانگتا ہوں اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے''۔

نیند اللہ رب العالمین کی نعمتوں میں سے وہ نعمت بن جاتی ہے کہ انسان تھکاوٹ سے آرام پا کر آئندہ کام کاج کے لئے مستعد اور ہوشیار ہو جاتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ اللَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ (۱۷)

''وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے رات کو سکون کا ذریعہ بنایا''۔

حدیث کے مطابق نیند کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ دائیں کروٹ لیٹے۔غور طلب بات یہ ہے کہ کروٹ اور پہلو کے لئے عربی زبان میں عام استعمال ہونے والے الفاظ ''جنب'' اور ''عطف'' کی بجائے حدیث مبارک میں ''شق'' کا لفظ آیا جو ''ایک جانب'' اور ''کنارہ'' کے ساتھ ساتھ ''مشقت'' اور ''حقیقی'' کا مفہوم بھی دیتا ہے۔

مشق الشیء جزوه و نصفه و جانبه والجهد والمشقة الشفيق: الاخ من الاب والام — الشقيقة: الاخت من الاب والام (۱۸)

''کسی چیز کا ایک کنارہ، اس کا ایک جزء یا اس کا نصف اور محنت اور مشقت۔شقیق سگے بھائی اور شقیقہ سگی بہن کو کہتے ہیں''۔

معلوم ہوا کہ لفظ ''شقك'' معنوی محاسن سے بھرپور حقیقی اور واقعاتی اسلوب ہے کہ رات کو سونے کے لئے دائیں طرف کروٹ لینا بعض اوقات ایک مشقت طلب عمل بھی ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کو بائیں کروٹ یا سیدھا لیٹنے کی عادت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ دائیں کروٹ لیٹیں تو نیند نہیں آتی تو پھر دائیں کروٹ لیٹ کر سونے کی عادت ڈالنے کے لئے انہیں محنت کرنا پڑتی ہے لیکن ایسا کرنا دو وجوہات سے ''حقیقی'' اور ''لازم'' بھی ہے۔ایک یہ کہ یہ کوئی معمولی معاملہ نہیں، بلکہ یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل اور حکم سے ثابت ہے اور دوسرا یہ کہ بدن کی اصلاح کے لئے بھی یہ ہی حقیقی ہے۔

خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں:

قَالَ اِبْنُ الجزی: هٰذِهِ الهَیْئَة نَصُّ الْاطباء عَلٰی اَنَّهَا اَصْلُحَ لِلْبَدَنِ قالوا: یبدأ بِالِبْتِداء عَلَی الْاَیْمَنِ سَاعَة ثُمَّ یَنْقَلِبُ اِلَی الْاَیْسَرلِاَنَّ الْاَوَّلَ سَبَب لِاِنحِدار الطَّعَامِ، وَالنَّومِ عَلَی الْیَسَاریَهْضَم۔ (۱۹)

''ابن جوزی کہتے ہیں کہ اطباء کے مطابق بھی اصلاحِ بدن کے لئے یہ ہیئت ہی زیادہ صحیح ہے کہ

پہلے ایک گھنٹے کے لئے دائیں طرف اور پھر بائیں کروٹ لیٹے کیونکہ دائیں کروٹ پر لیٹنا کھانے کے نیچے جانے (معدے میں جانے) کا سبب ہے اور بائیں طرف لیٹنے سے کھانا ہضم ہوتا ہے۔

مولانا سہارنپوریؒ خود اس پر تبصرہ کرتے ہیں:

لكن مؤدى الحديث هو النوم على الايمن مطلقا لا فى وقت خاص و ذلك لان القلب اذا يكون عاليا غير محتمل يكون متيقظا۔ (۲۰)

''لیکن حدیث کا مقصد کسی خاص وقت میں نہیں بلکہ مطلقاً دائیں طرف سونا ہے کیونکہ دل جب اوپر والی طرف ہوگا تو وہ جاگتا رہے گا''۔

سہارنپوریؒ امام رازیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان النوم عَلَى الجنب يَكُون أَقْرب اِلَى الْيَقْظَةِ وَالذِّكْرُ وَالنَّوْمَ عَلَى القفا يَمْنَع التَّفْكِير وَالتَّدَبُّر۔ (۲۱)

''بیشک پہلو کے بل سونا جاگنے اور ذکر کرنے کو ممکن بناتا ہے اور چت لیٹنا تفکر و تدبر میں مانع ہے''۔

اور یہ کہ وہ پہلو یا کروٹ دائیں ہو یا بائیں یہ بات ہمیں زیرِ بحث حدیث سے پتہ چلتی ہے کہ اگر دائیں کروٹ پر سونے کی عادت نہیں بھی ہے تو اپنے نفس کو محنت کر کے اس کا عادی بناؤ اور اسی لئے ''شقك الايمن'' کا لفظ استعمال کیا۔

کچھ اور آیات اور احادیث بھی دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ ''پہلو'' کے حوالے سے جب بھی محنت اور مشقت کی بات کی گئی تو اس کے لئے لفظ ''شق'' کا استعمال کیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَّمْ تَكُونُواْ بَالِغِيهِ إِلاَّ بِشِقِّ الأَنفُسِ (۲۲)

''تم ان مقاموں پر نہیں پہنچ سکتے مگر آدھی جان گنوا کر (یعنی بڑی محنت اور مشقت سے)''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتقوا النار ولو بشق تمرة (۲۳)

''دوزخ کی آگ سے بچو، خواہ کھجور کا ایک حصہ دے کر''۔

براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے کے لئے یہ دعا سکھائی کہ اے اللہ!

تیرے ثواب کے شوق میں اور تیرے عذاب کے ڈر سے میں نے اپنے نفس کو تیرے تابع کر دیا اور اپنا چہرہ تیری طرف پھیر لیا اور اپنی پشت تیری طرف جھکا دی، تجھ سے بھاگ کر کہیں کوئی پناہ اور ٹھکانہ نہیں، مگر تیرے پاس ہی، میں تیری نازل کردہ کتاب اور تیرے مبعوث کئے گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔

اپنے نفس کو اللہ کے تابع کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ سکھاتے ہیں۔ ''اسلمت نفسی الیك'' میں اپنے نفس کو تیرے سپرد کرتا ہوں یا تیرے تابع کرتا ہوں۔ عربی زبان میں اطاعت، تابعداری اور فرمانبرداری کے لئے اور الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ تبع: فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۲۴) ''جس نے میری ہدایت کی پیروی کی، ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے''۔ اقتداء :اولئك الذین هدی الله فبهدهم اقتده (۲۵) ''یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی تھی تو تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو''۔ اقتداء: یہ لفظ بُرے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ (۲٦) ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم ان ہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں''۔ اسوہ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۲۷) ''تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے''۔ اطاع مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّهَ (۲۸) ''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی''۔ استجاب: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اسْتَجِيْبُواْ لِلّهِ وَلِلرَّسُولِ (۲۹) ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو''۔ ذعن: اس میں اطاعت کے ساتھ ساتھ عاجزی اور ذلت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ (۳۰) ''اور اگر معاملہ ان کے حق میں جاتا ہو تو وہ اس کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں''۔

اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے آنے والے ان سب الفاظ میں کسی کے پیچھے چلنا، دل کی خوشی کے ساتھ اس کا حکم بجا لانا، اس کی اتباع کرنا اور کبھی اپنے مفاد کی خاطر کسی کا حکم مان لینا آتے ہیں۔ ان سب الفاظ میں کسی کے معنی ومفہوم میں وہ بات نہیں پائی جاتی جو ''اسلم'' میں ہے یعنی کسی کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا۔

وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لله وَهُوَ مُحْسِنٌ (۳۱)

''اور اس سے اچھا کس کا دین ہے جس نے اپنا سر اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہے''۔

السلم والسلامة میں ظاہری اور باطنی آفات سے محفوظ رہنے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔

السلم والسَّلَامة التَعری مِنَ الآفاتِ الظَّاهِرةِ وَالْبَاطِنَةِ۔ (۳۲)

سلم اور سلامتی کے معنی ظاہری اور باطنی آفات سے محفوظ اور پاک رہنے کے ہیں۔
باطنی عیوب سے سلامتی کے لئے قرآن میں آتا ہے۔

إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (۳۳)

''مگر جو اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آیا''۔

اور ظاہری عیوب کے لئے

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا (۳۴)

''اس میں کسی طرح کا داغ نہ ہو''۔

یعنی اس لفظ کا استعمال یہ بھی مفہوم دیتا ہے کہ انسان چھا جانے والی رات اور اس کی تاریکی کے شر سے بچنے کے لئے خود کو اپنے رب کے سپرد کر دے۔ امام راغبؒ لکھتے ہیں:

السلام اسم من اسماء الله تعالیٰ والسلام المومن المهيمن (۳۵) قيل وصف بذالك من حيث لا يلحقه العيوب والافات التى تلحق الخلق۔(۳۶)

''السلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے وصف سلام کے ساتھ موصوف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو عیوب و آفات مخلوق کو لاحق ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک ہے''۔

صاحب لسان العرب لکھتے ہیں:

سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۳۷) ای لاداء فيها ولا يستطيع الشيطان ان يصنع فيها شيأً(۳۸)

''سلامتی ہے طلوعِ فجر تک یعنی شیطان کا اس میں کوئی کردار نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس میں کچھ کر سکتا ہے''۔

گویا اطاعت و فرمانبرداری کے لئے آنے والے تمام الفاظ کے مقابلے میں جو مفہوم اسلمت وجهى اليك سے ادا ہو رہا ہے وہ کسی اور لفظ سے ممکن ہی نہیں تھا۔

بظاہر سادہ سے الفاظ کے استعمال کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معاملات اپنے رب کے سپرد کرنے کی تعلیم دیتے ہیں لیکن فصاحت و بلاغت اور معنویت و وسعت کی جو گہرائی ان الفاظ میں موجود ہے اور اس سے جو نکات نکلتے ہیں، ہم انکا جائزہ لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم دیتے ہیں کہ تم کہو:''وفوضت امری اليك'' اور میں نے اپنے معاملات تیرے سپرد کئے۔

عربی زبان میں معاملات سپرد کرنے کے لئے اکفل، کَفَلَ، وکَّلَ، دَفَعَ اِلی، اور استودَع کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ "اکفل: فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ(۳۹) "یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کر دے اور بات کرنے میں مجھ پر غالب آتا ہے"۔ کَفَلَ :وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا(۴۰)"اوراس کی تربیت زکریا علیہ السلام کے سپرد کی"۔ وَكَّلَ: قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ(۴۱)"کہہ دیجئے،موت کا جوفرشتہ تم پر مقرر کیا گیا ہے،تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے"۔ دَفَعَ الی: فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْداً فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ(۴۲) "پھر اگر تم ان (یتیم زیرِ کفالت بچوں میں) عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو"۔ استودع :وَهُوَ الَّذِيَ أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ (۴۳)"وہی تو ہے جس نے تمہیں نفسِ واحد سے پیدا کیا، پھر تمہارے لئے ایک جگہ (دنیا) ٹھہرنے کی ہے اور ایک جگہ (قبر) سپرد ہونے کی"۔ سپرد کرنے اور حوالے کرنے کے لئے یہ سب الفاظ مفہوم رہے ہیں ذمہ داری کسی کے سپرد کرنے کی، اس پر اعتماد کرتے ہوئے کوئی چیز اس کے حوالے کرنے کی یا پھر بطور امانت کوئی چیز کسی کے حوالے کرنے کی۔ ان تمام الفاظ میں کسی میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا کہ کسی معاملے کا اختیار کسی کے سپرد کر دینا اور پھر اسے اس کا حاکم بنا دینا۔ لفظ "فَوَّضَ" کے مفہوم کی وسعت اور بلاغت دیکھیئے۔ فوض الیه الامر (۴۴) کسی کام کا اختیار کسی کے سپرد کر دینا اور پھر اسے اس کا حاکم بنا دینا۔ وافوض امری الی الله(۴۵)"میں اپنے تمام معاملات اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں"۔ یعنی اس کے ہی سپرد کرتا ہوں سب معاملات اور اسے ان سب معاملات پر حاکم بھی مانتا ہوں۔ فوضت امری الیك (۴۶)"میں نے اپنا کام تجھے سونپ دیا (تو جیسا چاہے ویسا حکم دے)"۔

لفظ فوض پر تفکر و تدبر ایک بہت خوبصورت نکتے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فوضیٰ کہتے ہیں مشترک کو۔ فاوضه مفاوضة فی الامر — برابر ہونا، شریک ہونا، اہم بات چیت کرنا۔(۴۷)

امام راغبؒ لکھتے ہیں:

وافوض امری الی الله(۴۸) اردّه الیه و اصله من قولهم مالهم فوضی بینهم ومنه شرکة المفاوضة(۴۹)

> "اور میں اپنا کام خدا کے سپرد کرتا ہوں یعنی میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اصل میں یہ اُن کا مال سب میں مشترکہ ہے کہ محاورے سے مشتق ہے اور اسی سے "شرکۃ مفاوضۃ" ہے یعنی کمپنی جس میں سب کے حصے مساوی ہوں"۔

"تفاوض القوم فی الامر" مذاکرے کو کہتے ہیں ۔(۵۰) "بم ضَبطت ما اری قال بمفاوضة العلماء" (معاویہ نے دعفل بن حنظلہ سے کہا) تم نے اتنا علم جو میں دیکھ رہا ہوں کیسے حاصل کیا، انہوں نے کہا

عالموں کے ساتھ معاملہ کیا یعنی میں جس عالم سے ملا تو جو علم اس کے پاس تھا اس سے حاصل کیا اور جو میرے پاس تھا وہ اس کو دیا''۔(۵۱)

گویا''فَوَّض'' کے لفظ سے یہ نکتہ اخذ ہوتا ہے کہ وہ تمام معاملات جو اللہ نے اپنے بندے کے سپرد کئے۔ ان الله فوض الى المومن اموره كلها (یعنی مباح امور میں اس کو اختیار ہے جو چاہے کرے ان پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا) بندہ سونے سے پہلے ان تمام معاملات کو جو بظاہر اس کے اختیار میں ہیں، اپنے رب کے نہ صرف سپرد کرتا ہے بلکہ اسے حاکم مانتے ہوئے اور اپنے آپ کو اس قادرِ مطلق کے حوالے کرتا ہے۔اور پھر والجأت ظهري اليك میں فصاحت و بلاغت اپنے نقطۂ عروج پر چلی جاتی ہے۔ کہ خود رب العالمین کی پناہ میں آنے کے الفاظ کی بجائے یہ الفاظ استعمال کئے گئے کہ میں نے اپنی پشت اس کے ساتھ لگا دی یا اس کی پناہ میں دے دی۔ ''ظَهَرَ'' کا لفظ بطور استعارہ استعمال کیا گیا کہ بوجھ عام طور سے پیٹھ پر ہی اٹھایا جاتا ہے۔قرآن نے بھی یہ اسلوب اختیار کیا۔

وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِىٓ أَنقَضَ ظَهْرَكَ (۵۲)

''اور اس نے وہ بوجھ تم سے ہٹا دیا، جس نے تمہاری کمر توڑ کر رکھ دی تھی''۔

یعنی شعوری اور لاشعوری طور پر انسان جو بوجھ اپنے اوپر لا دلیتا ہے وہ اس کے ساتھ اپنے رب کی پناہ میں آتا ہے، اپنے تمام معاملات اس کے سپرد کر دیتا ہے اور یہ سب اس کے عذاب کے ڈر اور ثواب کے شوق سے کرتا ہے۔

يَدْعُونَنَا رَغَباً وَرَهَباً (۵۳)

''وہ ہمیں پکارتے رہتے ہیں ہمارے فضل کے شوق اور ہمارے عذاب کے ڈر سے''۔

ڈرنے کے لیے عربی زبان میں جتنے لفظ مستعمل ہیں ان میں یہ معنی نہیں پائے جاتے جو لفظ''رَهب'' میں ہے۔ یہاں پر اگر خاف، خشی، خشع اور اتقی کے لفظ استعمال کئے جاتے تو وہ معنویت نہ پائی جاتی یا وہ مفہوم نہ ادا ہوسکتا جو لفظ''رھب'' سے ادا ہو رہا ہے کہ''رھب'' ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں اضطراب اور احتیاط بھی شامل ہو اور یہ کیفیت طویل بھی ہو۔(۵۴)

تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (۵۵)

''اس سے تم اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر خوف بٹھائے رکھو گے''۔

''رھبانیۃ'' اسی سے ہے۔

الرهبانية: غلو فى تحمل التعبد من فرط الرهبة و هى بدعة ابتدعوهالم يشرعها الحق –

عزوجل۔ (٥٦)

''فرطِ خوف سے عبادت گذاری میں غلو کرنے کو رہبانیت کہا جاتا ہے اور یہ بدعت ہے جو انہوں نے ازخود ایجاد کی، اللہ عزوجل نے اس کو شریعت نہیں بنایا''۔

غالبًا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے جہاد کو رہبانیت اسی لئے کہا کہ مجاہد اللہ کے دین کا سپاہی بن کر باطل سے نبرد آزما ہوتا ہے اور حق کے غلبے کے لئے اپنی جان اور صلاحیتیں اس طرح کھپا دیتا ہے کہ دشمنوں کو ڈراتا بھی ہے اور ان میں اضطراب بھی پیدا کر دیتا ہے۔

وعليك بالجهاد فانه رهبانية الاسلام (٥٧)

''تم پر جہاد فرض ہے اور یہی اسلام کی رہبانیت ہے''۔

زیر بحث حدیث میں اللہ کے عذاب سے ڈرنے کے لئے لفظ رھب کا استعمال یوں بھی بہت معنویت رکھتا ہے کہ ساتھ ہی اللہ سے ثواب حاصل کرنے کے شوق کے لئے رغب کا لفظ آیا جو رھب کی ضد ہے اور قرآن نے بھی ان اضداد کو استعمال اسی طرح کیا ویدعوننا رغبا ورھبا رغب کے اصل معنی کسی چیز میں وسعت کے بھی ہیں۔ رغیبۃ بہت بڑے انعام کو کہتے ہیں۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں:

اصل الرغبة السعة فی الشیء يقال رغب الشیء اتّسع وحوض رغيب(٥٨)

''رغبۃ کے اصل معنی کسی چیز میں وسعت کے ہیں اور رغب الشیء کسی چیز کا وسیع ہونا اور 'حوض رغیب' کشادہ حوض کو کہتے ہیں''۔

والرغيبة العطاء الكثير امالكونه مرغوبا فيه فتكون مشتقة من الرغبة، و اما لسعته فتكون مشتقة من الرغبة بالاصل، قال شاعر: يعطی الرغائب من يشاء و يمنعُ (٥٩)

''اور رغیبہ کے معنی بہت بڑے عطیہ کے ہیں یہ رغبت سے مشتق ہے یا تو اس لئے کہ وہ مرغوب فیہ ہوتی ہے اور یا اصل معنی یعنی وسعت کے لحاظ سے عطیہ کو رغیبۃ کہا جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے: وہ جسے چاہتا بڑے بڑے عطایا بخشتا اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے''۔

اللہ رب العالمین کی رضا حاصل کرنے کے لیے 'ابتغاء' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ (٦٠) ''مگر مرضی چاہتے ہوئے اپنے رب کی، جو سب سے بڑھ کر ہے''۔ لیکن ''رغب'' کا لفظ ''رھب'' کے ضد ہونے کی وجہ سے بھی زیادہ گہرائی لئے ہوئے ہے اور پھر جو معنویت اس لفظ میں پائی جاتی ہے وہ لفظ ''ابتغاء''

میں نہیں کہ ''ابتغاء'' میں کسی چیز کی شدید طلب سخت کوشش کے ساتھ ہے اور ''رغب'' میں کسی چیز کے لئے شدید حرص رکھنا، لیکن اس میں کوشش کو دخل نہیں ہے۔

انه لوحظ فی الرغبة معنی الحرص وفی الابتغاء معنی الشدة والاجتهاد(٦١)

''یہ کہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ رغبت میں صرف شدید طلب کے معنی آتے ہیں اور ابتغاء میں طلب کے ساتھ کوشش کے بھی''۔

''راغب'' اور ''راھب'' کے الفاظ کی مزید وضاحت حضرت عمر فاروقؓ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔

وقد لخص امیر المومنین عمر بن الخطابؓ – عند موته حیاة المومن الحق، عند ما قالوا له: جزاك الله خیرا فعلت و فعلت، فقال: راغب وراهب قال ابن الاثیر المعنی: راغب فیما عند الله و راهب من عذابه(٦٢)

گویا رھبۃ و رغبۃ کی ملی جلی کیفیات کے ساتھ اپنے رب کو پکارنا ایمان کے کمال کی دلیل اور اسلام کا حسن ہے۔ دارین میں سعادت کا سبب ہے کہ ترغیب امید پیدا کرتی ہے اور عمل پر ابھارتی ہے اور ترھیب انسان کو متقی بنا دیتا ہے۔ اور اس احساس کو بھی اپنے اندر تازہ کرے کہ اس کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے سوائے اللہ کی پناہ گاہ کے۔ اس اسلوب کا مقصد احساس کی شدت پیدا کرنا ہے کہ انسان کے لئے کوئی پناہ گاہ اور ٹھکانہ ہے ہی نہیں۔ سوائے اللہ کی پناہ گاہ کے۔ جیسے لا الہ الا اللہ ''کوئی معبود ہے ہی نہیں سوائے اللہ کے''۔ یہ اسلوب اقرار ہے کہ بے چین اور مضطرب انسان کے لئے عافیت اور پناہ صرف اللہ کی ذات میں ہے۔

أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ (٦٣)

''کون ہے جو مضطر کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اس سے دعا کرے اور اس سے برائی کو دور کرتا ہے''۔

عربی زبان میں پناہ گاہ کے لئے مستعمل الفاظ میں ''ملجا'' ایک ایسی پناہ گاہ ہے جو انسان نے خود نہیں بنائی اور یہ پناہ گاہ اسے حیات فانی و ابدی دونوں کی سختی اور مصائب سے نجات دیتی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم براء بن عازبؓ کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ سوتے وقت خود کو اس محفوظ پناہ گاہ میں دے دو کہ شیطان جیسے دشمن کے حملوں سے بچ سکو۔

''منجا'' ''نجا'' سے ہے، جس کے معنی نجات کے ہیں۔ عربی محاورہ "نجافلان من فلان" (٦٤) کے معنی نجات پانے کے ہیں۔ وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا (٦٥) ''پس جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو نجات دی''۔ گویا

اذیت سے نجات کے لئے ''نجا'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ نجا: خَلَصَ من اذاه (٦٦) ''یعنی اس نے اسے اذیت سے نجات دی''۔

عربی لغات میں لفظ ''نجا'' کی تحقیق ایک لطیف نکتے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ''ناجیته''، ''تناجوا''، ''انتجوا'' کے معنی ہیں سرگوشی کرنا۔(٦٧) ''النجوی'' اسرار الحدیث والقوم المتناجون، یقال: هو نجی فلان (٦٨) ''النجویٰ یعنی گفتگو کے راز اور سرگوشیاں کرنے والے لوگ۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے فلاں سے سرگوشی کی''۔

گویا زیرِ بحث حدیث میں لفظ '' منجا'' سے یہ لطیف نکتہ سامنے آتا ہے کہ انسان رات کو جب اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو وہ چپکے چپکے اس سے باتیں کرتا ہے، سرگوشی کرتا ہے اور پھر فی الحقیقت وہ ذات اس بات کی سب سے زیادہ سزاوار ہے کہ انسان اس سے سرگوشی کرے اپنامدّعا بیان کرے کہ وہ سمیع الدعاء انسان کی پکار کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ(٦٩)

''اور جب میرے بندے آپ ﷺ سے میرے بارے میں سوال کریں تو کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں، جب وہ مجھے پکارے''۔

اور پھر اس لفظ سے ایک اور معنی بھی سامنے آتے ہیں کہ بلند زمین پر کسی کے ساتھ تنہا ہونا ''واصله ان تخلو به فی نجوة من الارض''(٧٠) گویا جب انسان رات کو سوتے وقت اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اس سے عافیت طلب کرتا ہے تو وہ ایک بہت بلند و بالا ہستی کے ساتھ تنہائی میں محوِ گفتگو ہوتا ہے۔ براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کلمات سکھائے تو کہا کہ ان کلمات کو سب سے آخر میں کہو۔ اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ سوتے وقت کے اذکار میں سب سے آخر میں پڑھو اور یہ بھی کہ ان کلمات کو آخر میں کہو اور پھر بغیر گفتگو کئے سو جاؤ۔ اور آپ ﷺ نے کہا کہ اگر تو اس رات مر گیا تو ''دینِ فطرت'' یعنی حق پر مرے گا۔ فطرۃ سے مراد حق ہے اور اس سے مراد ابتدائی تخلیق بھی ہوسکتی ہے اور پھر بطور خاص اس مخلوق کا نام رکھ دیا گیا، جو سچے دین کو قبول کرنے کے قابل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا(٧١)

''پس تو ایک طرف کا ہوکر اپنا چہرہ دین کے لئے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا''۔

اور حدیث میں ہے

كل مولود يولد على الفطرة (۷۲)

''ہر بچہ فطرتِ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے''۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات تعلیم فرما چکے تو حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں یاد کرنے کے لئے دہرایا کہ کہیں بھول نہ جاؤں اور دہراتے وقت ''ونبيك الذى ارسلت'' یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمائے ہوئے الفاظ کی بجائے پڑھا ''وبرسولك الذى ارسلت'' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا ''لا، و نبيك الذى ارسلت'' یہاں الفاظ کی معنویت و وسعت نے حقیقت میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ ایک تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اذکارِ مسنون و ادعیہ ماثورہ کا التزام و اہتمام کرنا چاہیے اور پھر یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''نبی'' اور ''رسول'' دونوں صفات سے متصف ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ میں نے بحیثیت معلم و مرشد جو دعا سکھائی ہے اسی کی پابندی کرو کیونکہ اس میں خیر ہے اور مسنون طریقے سے پڑھنے پر ہی اجر و ثواب موقوف ہے۔ محمد شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

ان الفاظ الاذكار توقيفية ولها خصائص و أسرار لايد خلها القياس، فتجب المحافظة على اللفظ الذى وردت به (۷۳)

''ذکر کے الفاظ توقیفی ہیں اور ان کی خصوصیات اور اسرار میں کسی قاعدے، قانون کو دخل نہیں۔ پس اسی لفظ کی پابندی ضروری ہے جو (حدیث میں) آیا ہے''۔

اس سے یہ نکتہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمایا کہ رسول کا لفظ بشری رسول اور ملکی رسول یعنی جبرائیل علیہ السلام- دونوں پر بولا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۔ذِىْ قُوَّةٍ عِندَ ذِىْ الْعَرْشِ مَكِيْنٍ (۷۴)

''بے شک یہ یقیناً ایک ایسے پیغام پہنچانے والے کا قول ہے جو بہت معزز ہے۔ بڑی قوت والا ہے، عرش والے کے ہاں بہت مرتبے والا ہے''۔

اور لفظ ''نبی'' کا اطلاق صرف بشری نبی پر ہوتا ہے۔ اس لئے جب تم کہو گے نبيك الذى ارسلت تو گویا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مبعوث اور رسالت کی شہادت کو جمع کر دیا لہذا ''ونبيك الذى ارسلت'' کے الفاظ ''و برسولك الذى ارسلت'' کے الفاظ سے زیادہ اولیٰ اور بہتر ہیں۔

خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

ان فی النبی معنی الرفعة و معنی الرسالة یحصل فی قوله "ارسلت" یخدشه ماورد من قوله علیه السلام "و رسوله الذی ارسلت" بل الوجه ان اللفظ الذی دعابه علیه السلام اقرب الی الاجابة"۔(۷۵)

''بلاشبہ 'نبی' کے معنی میں رفعت جبکہ رسالت کے معنی 'ارسلت' سے حاصل ہو جاتے ہیں اور جو کچھ نبی علیہ السلام کے قول میں واردا ہوا لفظ 'رسول' کے آنے سے وہ مجروح ہو جاتا بلکہ اُس کی وجہ یہ بھی ہے کہ جس لفظ سے آپ علیہ السلام نے دعا مانگی وہ قبولیت میں اقرب ہیں''۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کے الفاظ وتراکیب کے علمی مکارم ومحاسن اور معنویت وسعت کا منفرد اسلوب ذہنوں کو براہ راست متاثر کرتا اور قلوب واذہان میں جاگزیں ہو کر عمل کی تحریک پیدا کرتا ہے۔ آپ ﷺ انسانی فطرت کے نباض تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو سے انسان نے آگہی بھی پائی اور سرور بھی۔فکر ونظر میں نکھار پیدا ہوا اور علم کی وسعتوں اور خبر کی گہرائیوں تک رسائی حاصل ہوئی۔

قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نہایت شیریں کلام اور کمال فصیح تھے۔کلام میں آورد (تلخی) ذرا نہ تھی۔ گفتگو ایسی دلآویز ہوتی کہ سننے والے کے دل وروح پر قبضہ کر لیتی۔(۷۶)

الفاظ وتراکیب کا موقع ومحل کے مطابق استعمال نفس انسانی میں ایمان کی آبیاری کرتا ہے کہ سوتے وقت نیند کے نعمت الٰہی ہونے کے اعتراف اور یادالٰہی کے اعلان کے ساتھ خود کو اللہ کی پناہ میں دینے کا اقرار کیا جائے اور ایمان کی تجدید کی جائے۔ یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور سنت کا اتباع کیا جائے۔ سنت کے علاوہ واردشدہ وظائف سے اجتناب کیا جائے کہ اس میں کسی قسم کا ردوبدل جائز نہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) البراء بن عازب بن الحارث بن عدی الانصاری (۱۷ھ/ ۶۹م) چھوٹی عمر میں ہی اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ ۱۵ غزوات میں حصہ لیا۔ پہلا غزوہ جس میں حصہ لیا وہ غزوہ خندق تھا۔ بخاریؒ اور مسلمؒ نے آپؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔دیکھیے: ابن حجر، احمد بن علی بن محمد، العسقلانی، ابوالفضل،الاصابة فی تمییز الصحابة،۱/۴۱۱، دارالکتب العلمیة، بیروت، ط: الاولی،۱۴۱۵ھ۔ وانظرابن حجر، احمد بن علی بن محمد، العسقلانی، ابوالفضل،تهذیب التهذیب،۱/۴۲۶،دائرۃ المعارف النظامیہ،الھند،ط:الاولی،۱۳۲۶ھ۔

(۲) بخاری محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، باب اِذَا بَاتَ طَاهِرًا، ح: ۶۳۱۱ وکتاب الوضوء، باب فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ، ،ح:۲۴۷،وانظرصحیح مسلم،کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب الدُّعاء عند النَّوْمِ، ح:۲۷۱۰، وانظرسنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب كَيْفَ يَتَوَجَّهُ، ح:۵۰۴۶، وانظرسنن ترمذی، ابواب الدعوات، ، ح:۳۵۷۴

(۳) الروم (۳۰):۲۳

(۴) الاعراف(۷) :۹۶

(۵) الزریات(۵۱) :۱۷

(۶) الکهف(۱۸):۱۸

(۷) الاعراف(۷) :۴

(۸) بنی اسرائیل(۱۷) :۷۹

(۹) الزمخشری جار اللہ،محمود بن عمرو بن احمد، ابوالقاسم، اساس البلاغة، باب:ص ج ع، ج:۱،ص:۵۷۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط:الاولیٰ،۱۴۱۹ھ- ۱۹۹۸م

(۱۰) الفارابی، اسماعیل بن حماد الجوھری، ابونصر، باب: ضجع ، ج:۳،ص:۱۲۴۸، دارالعلم للملایین ، بیروت، ط:الرابعة، ۱۴۰۷ھ- ۱۹۸۷م

(۱۱) العنکبوت(۲۹):۴۵

(۱۲) صالح بن عبداللہ بن حمید الشیخ، نضرة النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم صلی الله علیه وسلم، ج:۶،ص:۲۵۸۴، دارالوسیلة للنشر والتوزیع، جدة، ط:الرابعة،س-ن

(۱۳) الجامع الصحیح، کتاب مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ، باب: اَلصَّلَوَاتُ لاُخَمْسُ كَفَّارَةٌ، ح: ۵۲۸، وانظرصحیح مسلم، کتاب

الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ، باب الْمَشْيِ اِلَى الصَّلَاةِ تُمْحی بِهاَلْخَطَايَا وَتُرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتُ، ح:۶۶۷، وانظرسنن الترمذی، ابواب الْأَمْثَالِ، باب مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، ح:۲۸۶۸، وانظرسنن نسائی ،کتاب الصَّلَاۃِ، باب فَضْلِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، ح:۴۶۳، وانظرمسند احمد، ح:۸۹۲۴

(۱۴) ابن حنبل: احمد: امام، مسند احمد، ۲۸۲/۵

(۱۵) ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، ابوعیسی، الجامع/ السنن ، ، کتاب الطهارة، باب ما جاء ان مفتاح الصلوة الطهور، ح:۲۳۸، دارالسلام، الریاض، ط: الاولی، ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م۔

(۱۶) الفلق (۱۱۴):۳

(۱۷) یونس (۱۰): ۶۷

(۱۸) ابراهیم انیس، الدکتورعبدالحلیم، الدکتور، عطیه الصرالحی، محمد خلف الله احمد، المعجم الوسیط، ص: ۴۸۹، القاهره، ط: الثانیۃ، ۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲ء

(۱۹) سہارنپوری، خلیل احمد شیخ، بذل المجهود فی حل سنن ابی دائود، ص:۱۰۱، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، ط: الاولیٰ ۲۰۰۶ء

(۲۰) ایضاً، ص:۱۰۲

(۲۱) ایضاً، ص:۱۰۳

(۲۲) النحل (۱۶):۷

(۲۳) الجامع الصحیح، کتاب الزکوۃ، باب اتَّقُو النَّارَ وَلو بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيْلِ مِنَ الصَّدَقَةِ، ح: ۱۴۱۷ وکتاب الادب، باب طِيْبِ الْكَلَامِ، ح:۶۰۲۳، وکتاب الرّقاق، باب مَنْ نُوْقِشَ الحسابَ عُذِّبَ، ح:۶۵۴۰ وباب صِفَةِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، ح:۶۵۶۳وکتاب التوحید، باب كَلَام الرَّبِّ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ، ح:۷۵۱۲، وانظرصحیح مسلم، کتاب الزَّكَاةِ، باب الْحَثِّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ أَوْ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ، وَأَنَّهَا حِجَابٌ مِّنَ النَّارِ، ح:۱۰۱۶، وانظرسنن ابن ماجہ، کتاب السُّنَّةِ، باب فِيْمَا أَنْكَرَتِ الْجَهْمِيَّةُ، ح:۱۸۵، وابواب الزکاۃ، باب فَضْلِ الصَّدَقَةِ، ح:۱۸۴۳، وانظرسنن نسائی، کتاب الزَّكَاةِ، باب الْقَلِيْلِ فِی الصَّدَقَةِ، ح:۲۵۵۳، وانظر مسند احمد، ح:۱۸۲۴۶، ۱۸۲۴۸، ۱۸۲۵۲، ۱۸۲۵۴، ۱۸۲۷۱، ۱۸۲۷۲، ۱۸۲۷۴، ۱۸۲۷۴، ۱۹۳۷۷، ۱۹۳۸۷، ۲۵۰۵۷

(۲۴) البقرہ (۲) :۳۸

(۲۵) الانعام(۶):۹۰

(۲۶) الزخرف (۳):۲۳

(۲۷) الاحزاب (۳۳):۲۱

(۲۸) النساء (۴):۸۰

(۲۹) الانفال (۸):۲۴

(۳۰) النور (۲۴):۴۹

(۳۱) النساء (۴):۱۲۵

(۳۲) الاصفہانی، الحسین بن محمد المعروف بالراغب، ابوالقاسم، المفردات فی غریب القرآن، باب: سلم، ص:۴۲۱، دارالقلم، دمشق، بیروت، ط:الاولی، ۱۴۱۲ھ

(۳۳) الشعراء (۲۶):۸۹

(۳۴) البقرہ (۲):۷۱

(۳۵) الحشر(۵۹): ۲۳

(۳۶) المفردات فی غریب القرآن، باب:سلم، ص:۴۲۲

(۳۷) القدر(۹۷):۵

(۳۸) الافریقی، جمال الدین ابن منظور الانصاری الرویفعی، لسان العرب فصل السین، ج:۱۲، ص:۲۸۹، دارصادر، بیروت، ط:الثانیہ، ۱۴۱۴ھ

(۳۹) ص (۳۸):۲۲

(۴۰) ال عمران (۳): ۳۷

(۴۱) السجدہ (۳۲):۱۱

(۴۲) النساء (۴): ٦

(۴۳) الانعام (٦): ۹۹

(۴۴) لسان العرب، فصل الفاء، ج:۷، ص:۲۱۰

(۴۵) المومن (۴۰):۴۴

(۴٦) وحیدالزمان، علامہ، لغات الحدیث، ج:۳، ص ۴٦٦، لاہور، نعمانی کتب خانہ، ط:ن، ۲۰۰۵ء

(۴۷) لسان العرب، فصل الفاء، ج:۷، ص:۲۱۰

(۴۸) غافر (۴۰):۴۴

(۴۹) المفردات فی غریب القرآن، باب:فوض، ص:٦۴۸

(۵۰) الفارابی، اسماعیل بن حماد الجوہری، ابونصر، الصحاح تاج اللغة و صحاح العربیة، ج:۳، ص:۱۰۹۹، دارالعلم

للملایین، بیروت، ط: الرابعۃ، ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷م
(۵۱) لغات الحدیث، ۴۶۶/۳
(۵۲) الانشراح (۹۴):
(۵۳) الانبیاء(۲۱): ۹۰
(۵۴) کیلانی، عبدالرحمٰن، مترادفات القرآن مع فروق اللغویۃ، ص:۵۱۹، مکتبۃ السلام، لاہور، ط:الاولیٰ، س-ن
(۵۵) الانفال(۸): ۶۰
(۵۶) صالح بن عبداللہ بن حمید الشیخ، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۶،ص:۲۱۶۹، دارالوسیلۃ للنشر والتوزیع، جدۃ، ط:الرابعۃ، س-ن
(۵۷) مسند احمد، ح:۱۱۷۴
(۵۸) المفردات فی غریب القرآن، باب: رغب، ص:۳۵۸
(۵۹) ایضاً
(۶۰) اللیل(۹۲):۲۰
(۶۱) صالح بن عبداللہ بن حمید الشیخ، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۶،ص:۲۱۲۶، دارالوسیلۃ للنشر والتوزیع، جدۃ، ط:الرابعۃ، س-ن
(۶۲) ایضاً
(۶۳) النمل (۲۷):۶۲
(۶۴) الاصفہانی، الحسین بن محمد المعروف بالراغب، ابوالقاسم، المفردات فی غریب القرآن، باب: نجو، ص:۷۹۲، دارالقلم، دمشق، بیروت، ط:الاولیٰ، ۱۴۱۲ھ
(۶۵) النمل (۲۷):۵۳
(۶۶) ابراہیم انیس، الدکتور عبدالحلیم، الدکتور، عطیہ الصرالحی، محمد خلف اللہ احمد، المعجم الوسیط، ج:۲،ص: ۹۰۵، القاہرہ، ط:الثانیۃ، ۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲ء
(۶۷) الزمخشری جاراللہ، محمود بن عمرو بن احمد، ابوالقاسم، أساس البلاغۃ، ج:۲،ص:۲۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط:الاولیٰ، ۱۴۱۹ھ- ۱۹۹۸م
(۶۸) ابراہیم انیس، الدکتور عبدالحلیم، الدکتور، عطیہ الصرالحی، محمد خلف اللہ احمد، المعجم الوسیط، ج:۲،ص: ۹۰۵، القاہرہ، ط:الثانیۃ، ۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲ء
(۶۹) البقرہ(۲):

(۷۰) المفردات فی غریب القرآن، باب:نجو،ص:۷۹۳

(۷۱) الروم (۳۰): ۳۰

(۷۲) سنن ترمذی، ابواب القدر، باب ماء جاء کل مولود یولد علی الفطرة، ح: ۲۱۳۸

(۷۳) مبارکپوری: محمد، عون المعبود شرح ابی دائود، ابواب النوم، ح: ۵۰۳۸

(۷۴) التکویر (۸۱): ۱۹،۲۰

(۷۵) سہارنپوری، خلیل احمد شیخ، بذل المجهود فی حل سنن ابی دائود، کتاب الادب، ح/۵۰۴۶، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، ط: الاولیٰ ۲۰۰۶ء

(۷۶) سلمان منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمة للعالمین، ۱/۲۴، فیصل آباد، مرکز الحرمین الاسلامی، ط:ن،س: ۲۰۰۷م۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆